UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21962020***

علوم القرآن کے متعلق علامہ سید شمس الحق افغانیؒ کے "محاضراتِ افغانی" کا ایک ناقدانہ جائزہ

A Critical Analysis of the Lectures of Allamah Shams al Haq Afghani (Muhazarat Afghani) about the Quranic Sciences

Salah Uddin
Ph.D Research Scholar, Department of Islamic Studies, AWKUM, Mardan, Pakistan
Email:

Dr. Niaz Muhammad
Professor, Department of Islamic Studies, AWKUM, Mardan, Pakistan
Email: prof.niaz@awkum.edu.pk

Abstract:
The province of Khyber Pakhtunkhwa is considered as a religious-scholars generating province in Pakistan. The late Allama Shams Ul Haq Afghani belonged to district Charsadda, situated in the KP province. He was a graduate of the renowned religious institution Darululoom Deoband (India). He had vast contributions to the scholarly knowledge and religious understandings. He remained the minister of education and judiciary at the state of Qilat in Baluchistan. He transformed the Judiciary system of the state according to Islamic principles. He taught as a senior teacher in many institutes in Pakistan and served as a Vice-Chancellor of Jamia Islamia Bahawalpur as well. He was honoured with Sitara-e-Imtiaz (The third highest civilian award in Pakistan) by the government of Pakistan while awarded an honorary PhD degree by the University of Peshawar for his scholarly contributions. Allama Shams ul Haq Afghani not only wrote many valuable books but his numerous lectures are considered to be the gems of knowledge, too. In this article, a critical evaluation of his lectures about Quranic discussions has been explored. This paper highlights and presents the methodological analysis of his lectures about exegesis and inimitability of the Quran. This study will showcase the important scholarly points discussed in his lectures which will be a scholarly addition in the field of Quranic studies.

Keywords: *Allamah Afghani, Shams al Haq, Muhazarat, Lectures*

وطن عزیز کا صوبہ خیبر پختونخوا اس اعتبار سے بڑا مردم خیز صوبہ ہے کہ اس نے ہر دور میں عظیم علمی شخصیات پیدا کی ہیں۔ایسی ہی شخصیات میں علامہ شمس الحق افغانی (متوفی: 16 اگست 1983) بھی ہیں۔آپ مختلف اوقات میں ریاست قلات کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس)، جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے وائس چانسلر اور کئی دینی مدارس کے صدر مدرس رہے ہیں۔آپ کی خدمات

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21962020***

کے اعتراف میں حکومتِ پاکستان نے آپ کو ستارہ امتیاز سے نوازا تھا، آپ کئی علمی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ قرآنی علوم کے بارے میں آپ کے لیکچرز کا مجموعہ "محاضراتِ افغانی" بڑے پایے کی تصنیف ہے، اس مقالہ میں آپ کے ان محاضرات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے ۔ مقالہ کو درج ذیل ذیلی عنوانات کے تحت مکمل کیا گیا ہے:

الف: علامہ شمس الحق افغانی کی علمی زندگی

ب: محاضراتِ افغانی کا تعارف و نقد

الف: علامہ شمس الحق افغانی کی علمی زندگی:

آپ 18 اکتوبر 1898ء کو ضلع و تحصیل چارسدہ، خیبر پختونخوا، پاکستان کے موضع ترنگزئی میں پیدا ہوئے[1]۔ کتاب "اکابر علمائے دیوبند" میں آپ کی تاریخ پیدائش 7 رمضان المبارک 1318ھ/1900ء بتائی گئی ہے[2]۔ نیز سکول ریکارڈ کے مطابق آپ کی تاریخ پیدائش 5 ستمبر 1901ء ہے[3]۔ لیکن راجح قول یہ ہے کہ آپ کی تاریخ پیدائش 18 اکتوبر 1898 ہے کیونکہ علامہ کے بیٹے داؤد جان افغانی نے اپنے خاندانی ریکارڈ کے مطابق اسے راجح اور صحیح قرار دیا ہے۔[4] آپ کا انتقال 16 اگست 1983ء کو ہوا اور اپنے آبائی گاؤں ترنگزئی میں مدفون ہیں۔[5]

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے گورنمنٹ پرائمری سکول ترنگزئی میں حاصل کی[6] اور فنون کی ابتدائی کتابیں (صرف، نحو) اور اسی طرح فلسفہ سے متعلق کتابیں اپنے والد مولانا غلام حیدر سے پڑھیں[7]۔ آپ نے 1914ء سے 1918ء تک خیبر پختونخوا کے مختلف علماء سے فنون کی تکمیل کی[8] اور 1920ء میں آپ دورہ حدیث کے لئے دیوبند تشریف لے گئے۔[9]

دار العلوم دیوبند میں مشاہیر وقت (علامہ انور شاہ کشمیریؒ[10]، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ[11] اور مولانا سید اصغر حسینؒ[12]) سے استفادہ کیا اور ان کی شاگردی میں دورہ حدیث کی تکمیل کرکے 1921ء میں سندِ فراغت حاصل کی[13]۔ دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد اس عظیم مادر علمی میں آپ نے خدمات سرانجام دیں چنانچہ 1935ء میں جب مولانا رسول خان ہزاروی[14] نے دار العلوم دیوبند سے بحیثیت استاد استعفیٰ دے دیا اور سر محمد شفیع[15] کی درخواست پر اورنٹیل کالج پنجاب میں شمولیت اختیار کرلی تو اُن کی جگہ پُر کرنے کے لیے اکابرین دیوبند کی نظر مولانا شمس الحق افغانیؒ پر گئی، دیوبند میں مولانا کو "شیخ التفسیر" کا عہدہ دیا گیا چنانچہ 1939ء تک شیخ التفسیر کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ تفسیر کے ساتھ ساتھ منطق، فلسفہ، علم الکلام اور اصول فقہ کے مضامین بھی پڑھاتے رہے[16]۔ دار العلوم دیوبند کے علاوہ ہندوستان میں آپ نے مشہور مدرسہ جامعہ اسلامیہ ڈھابیل میں بھی 1944 میں صدر مدرس کی حیثیت سے کام کیا۔ علاوہ ازیں آپ نے مختلف اوقات میں پاکستان کے مشہور مدارس دینیہ میں بھی خدمات سرانجام دیں، جن کی ایک اجمالی فہرست ذیل میں دی جاتی ہے:[17]

1. 1341ھ/1922ء میں صدر مدرس مدرسہ مظہر العلوم کراچی
2. 1342ھ/1923ء میں صدر مدرس ارشاد العلوم علی خان لاڑکانہ سندھ
3. 1346ھ/1927ء میں صدر مدرس قاسم العلوم شیر انوالہ گیٹ لاہور
4. 1350ھ/1931ء میں صدر مدرس دار العلوم دار الفیوض ہاشمیہ سجاول سندھ
5. 1383ھ/1963ء میں صدر شعبہ تفسیر جامعہ اسلامیہ بہاول پور (آپ 12 جمادی الاول 1393ھ/4 جون 1973ء جامعہ اسلامیہ بہاول پور سے بحیثیت وائس چانسلر سبکدوش ہوکر آبائی گاؤں ترنگزئی تشریف لائے۔)

ریاستِ قلات بلوچستان میں بطور وزیرِ معارف خدمات

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21962020***

مولانا شمس الحق افغانیؒ کو 1939ء میں والی قلات (بلوچستان) میر احمد یار خان [18] کی طرف سے وزیر معارف (وزیر تعلیم) کے عہدے پر کی پیش کش کی گئی جو آپ نے قبول کی۔ اس زمانے میں قلات میں شرعی قضاء کا نظام نافذ تھا جو وزارت معارف کے تحت کام کرتا تھا اس طرح ریاست کا محکمہ انصاف براہ راست آپ کی نگرانی میں آیا۔ مولانا افغانیؒ نے اس محکمے کو اسلامی اصولوں پر کھڑا کیا۔ مولانا افغانیؒ نے پوری ریاست کو چونسٹھ (64) تحصیلوں میں تقسیم کر دیا اور ہر تحصیل میں ایک قاضی مقرر کیا۔ تمام قاضی مولانا افغانیؒ کے ماتحت کام کرتے، جو دشوار و مشکل تنازعات مولانا افغانیؒ سے رہنمائی کے لیے آپ کے سامنے پیش کرتے تھے۔ ریاست قلات میں مولانا افغانیؒ کی حیثیت قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کی بھی رہی اور انہوں نے یہ منصب 1939ء سے 1944ء تک سنبھالا اور دوبارہ پھر 1947ء سے 1955ء تک یہ ذمہ داری نبھائی۔[19]

اس دوران مولانا شمس الحق افغانی نے اسلامی قوانین اور قضاء شرعی پر دو کتابیں لکھیں جس میں ''معین القضاۃ والمفتین'' عربی میں ہے۔ اس کے علاوہ اردو زبان میں "شرعی ضابطہ دیوانی" کے نام سے آپ نے اسلام کے دیوانی قوانین کو دفعات کی صورت میں مرتب فرمایا۔ 1955ء میں جب ریاست قلات کے اس نظام قضاء کو سیکولر عدالتوں کے زیر اثر کر دیا گیا تو آپ نے استعفیٰ دے دیا۔[20]

1398ھ/1978ء میں پاکستان کے اسلامی مشاورتی کونسل کے رکن کے حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا۔ اپنے وسیع علم کی وجہ سے ملکی علماء و مفکرین کے علاوہ حکومتی سطح پر بھی آپ کی خدمات کو سراہا گیا چنانچہ ایوب خان آپ کے علم و دانش سے بے حد متاثر تھے جنہوں نے 14 اگست 1966ء کو آپ کو ستارہ امتیاز سے نوازا[21]۔ صدر ایوب نے آپ کو کئی ایک سہولیات کے ساتھ پاکستان کے چیف خطیب کے منصب کی دعوت دی تاہم آپ نے اس منصب کو قبول نہیں کیا[22]۔ صدر جنرل محمد ضیاء الحق بھی مولانا شمس الحق افغانی کی دانائی اور علم کے گرویدہ تھے چنانچہ انہوں نے مولانا افغانی کو اگست 1980ء کو ستارہ امتیاز سے نوازا۔[23]

معاصر علمی ادارے بھی آپ کے اعلیٰ مقام و دینی خدمات کے معترف تھے چنانچہ پشاور یونیورسٹی نے آپ کی دینی و علمی خدمات کے اعتراف میں 8 اکتوبر 1978ء کو پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔[24]

آپ نے کئی بین الاقوامی کانفرنسوں میں بھی شرکت فرمائی اور کئی اہم موضوعات پر اظہار خیال فرمایا چنانچہ ایوب خان کے دورِ حکومت میں ایک بین الاقوامی کانفرنس اسلام آباد میں منعقد ہوئی جس میں مولانا افغانی نے سود، بیمہ اور انشورنس جیسی موضوعات پر محققانہ انداز سے اسلامی نکتہ فکر کو بیان فرمایا، آپ کا استدلال اتنا پختہ تھا کہ اس کی تردید یا مخالفت میں کوئی رائے سامنے نہیں نہیں آئی بلکہ کانفرنس میں موجود عالم اسلام کے علماء کرام آپ کی تحقیقات کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔[25]

آپ نے بیرون ممالک بھی کئی ایک بین الاقوامی کانفرنسوں میں پاکستان کی نمائندگی کی، چنانچہ آپ نے بین الاقوامی اسلامی کانفرنس کوالالمپور[26] اور بین الاقوامی کانفرنس ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں شرکت کی۔[27]

ب: محاضراتِ افغانی کا تعارف

علامہ افغانیؒ نہ صرف ایک خطیب و مقرر و مدرس تھے بلکہ ایک نامور مصنف بھی تھے۔ ان کو عربی، فارسی، اردو اور پشتو زبانوں میں تقریر و تحریر کا ملکہ حاصل تھا۔ آپ کی درج ذیل چھوٹی بڑی کئی تصانیف ہیں:

دروس القرآن الحکیم (بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل)، علوم القرآن، مقالات افغانی، خطبات افغانی، سرمایہ داری سوشلزم اور اسلام، معین القضاۃ والمفتیین (عربی)، شرعی ضابطہ دیوانی، سائنس اور اسلام، المیہ مشرقی پاکستان، مجالس افغانی۔ آپ کی یہ کتابیں پاکستان میں مختلف مطابع نے مختلف اوقات میں شائع کی ہیں۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21962020***

محاضراتِ افغانی (بہ زبان اردو) حضرت افغانیؒ کے ان لیکچرز کا مجموعہ ہے جو آپؒ نے جامعہ اسلامیہ بہاولپور (اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور) میں بیان فرمائے تھے [28] ۔ان بیانات کو مولانا عبد الغنی نے مرتب کرکے مکتبہ سید شمس الحق افغانیؒ، شاہی بازار ،بہاولپور سے شائع کیا ہے جو 8×5انچ سائز کے 247 صفحات پر مشتمل ہے۔کتاب پر سن اشاعت درج نہیں ہے لیکن مولانا عبد الغنی نے جون 2000ء میں دوسری کتاب المیہ مشرقی پاکستان کے مقدمہ میں اس کتاب کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ یہ کتاب جلد منظر عام پر آنے والی ہے [29]،اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ اس کی پہلی طباعت 2000ء کے بعد ہوئی ہے۔

چونکہ یہ کتاب علامہ افغانیؒ کے لیکچرز کا مجموعہ ہے اس وجہ سے مولانا عبد الغنی نے اسے محاضرات افغانیؒ کا نام دیا ہے۔حالانکہ کتاب کا نام النظر العمیق فی تفسیر القرآن وإعجاز القرآن زیادہ مناسب ہے، اس کی دو وجوہات ہیں: ایک یہ کہ یہ کتاب دو حصوں ایک (النظر العمیق فی إعجاز القرآن) اور دوسرا (النظر العمیق فیما یتعلق با لتفسیر) پر مشتمل ہے اور ہر حصہ میں متعلقہ مضامین ہیں اس لئے یہ عنوان کتاب کے مضامین سے مناسبت رکھتا ہے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ مولانا عبد الغنی نے خود ایک مقام پر لکھا ہے کہ اس کتاب کا عنوان النظر العمیق فی تفسیر القرآن وإعجاز القرآن ہے۔[30]

جیسا کہ نام سے واضح ہے علامہ فغانیؒ اس مجموعہ میں اعجاز القرآن اور تفسیر کے اہم اور عمیق مسائل کو زیر بحث لائے ہیں اس لیے علامہ افغانیؒ کی دیگر تصانیف کے برعکس محاضراتِ افغانی کی زبان مشکل ہے۔ چونکہ اس کتاب میں اعجاز قرآن اور علم کلام کے دقیق مباحث پر بحث کی گئی ہے اس میں علم الکلام کی مشکل اصطلاحات بکثرت ملتی ہیں لیکن اس کے باوجود علامہ افغانیؒ نے مغلق الفاظ اور پیچیدہ تراکیب کے استعمال سے اجتناب کی کوشش کی ہے اور تشبیہات واستعارات کی زبان سے بھی پرہیز کیا ہے۔ذیل میں محاضراتِ افغانی کے دونوں حصوں کا تعارف پیش کیا جاتا ہے:

1: **النظر العمیق فی إعجاز القرآن**: یہ محاضرات کا پہلا حصہ ہے جو اعجاز القرآن کے متعلق ہے، اس میں سب سے پہلے اعجاز القرآن کے اصطلاحی معانی ذکر فرمائے ہیں، قرآن کے معجز ہونے کو ثابت کیا ہے اور مستشرقین کے اعتراضات کے مفصل جوابات ذکر کئے ہیں۔ اس کے بعد تدوین قرآن کی محرکات کو ذکر کیا۔ پھر مصحف عثمانی کی خصوصیات بتائیں اور اس سلسلے میں حضرت عثمان جمع قرآن کے بارے میں چند اشکالات پر بحث کی ہے۔اور اس کے بعد احرف سبعہ کی مکمل بحث مع اعتراضات اور تغیرات الالفاظ کے جو اصول ہیں اس کو ذکر کیا۔

۲: **النظر العمیق فیما یتعلق بالتفسیر**:علامہ افغانیؒ نے اس حصہ میں تحقیق طلب تفسیری مباحث کو بیان کیا ہے ہیں، ان میں سے پہلے نمبر پر متشابہات کا بیان ہے اور اس کے تحت کسی لفظ کے اپنے معانی و مفہوم کو واضح کرنے کے چار مراتب ظہور (ظاہر، نص، مفسر اور محکم) اور چار مراتب خفاء (خفی، مشکل، مجمل اور متشابہ) کو واضح فرمایا ہے نیز متشابہات کے فوائد اور حکمتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے ۔اس کے بعد مسئلہ جبر وقدر کی انتہائی تفصیل سے اپنے خاص انداز سے وضاحت فرمائی ہے۔علامہ افغانیؒ فرماتے ہیں کہ متکلمین نے اس مسئلہ کے کئی اہم زاویوں سے تعرض ہی نہیں کیا۔ ہم اس مسئلے کو مفصل طور پر واضح کرتے ہیں۔[31]

اس کے بعد علامہ افغانیؒ نے مندرجہ ذیل تین اہم اصول تفسیر ذکر کئے ہیں اور مثالوں سے اسے واضح فرمایا ہے:

1: **تفسیر القرآن بالقرآن**: قرآنی آیات کا قرآن ہی سے تفسیر

2:**تعين المقاصد القرآنية تحت القواعد العربية والمحاورة**: قواعد ومحاورات کی روشنی میں قرآن مجید کے مقاصد کا تعین

3: **تنوع معاني القرآن وتعيين أحد المعاني بتوسط السياق والسباق**: سیاق وسباق کی روشنی میں قرآنی الفاظ کے مختلف معانی میں سے ایک کا تعین۔اس اصول میں آپؒ نے عصمت انبیاء پر بھی آیات قرآنیہ کی روشنی میں مدلل بحث کی ہے۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21962020***

محاضرات افغانی میں علامہ کا منہج

اپنے محاضرات کے دونوں حصوں (النظر العمیق فی تفسیر القرآن اور اعجاز القرآن) میں علامہ شمس الحق افغانیؒ نے جو منہج اختیار کیا ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

موضوع کے آغاز و ابتداء میں متنوع اسلوب

اس مجموعہ میں علامہ شمس الحق افغانیؒ نے مختلف مباحث کو ایک ہی طرز تخاطب میں بیان نہیں کیا ہے بلکہ مختلف مضامین کی مناسبت سے ان کے آغاز و ابتداء میں متنوع و منفرد اسلوب اپنایا ہے جس کا مشاہدہ کتاب میں کیا جا سکتا ہے۔ آپؒ کے انداز بیان کی چند مثالیں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

1: کتاب میں بہت سے مباحث ایسی ہیں جن کا آغاز اس متعلقہ مضمون کے تعارف سے کیا ہے۔[32] یہ منہج ان محاضرات میں اپنایا گیا ہے جن کا تعلق کلامی مباحث سے ہے مثلاً مسئلہ تقدیر کی بحث کی ابتداء اس کی تعریف سے کی ہے۔ چنانچہ تقدیر کی لغوی اور شرعی مفہوم کے بارے میں امام راغب اصفہانی کی اس تعریف سے اعراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> جعل الشيئ علی مقدار مخصوص ووجه مخصوص اور دوسری جگہ لکھتے ہیں و ھو یستلزم العلم والإرادة والقدرة کہ تقدیر تین صفات کو مستلزم ہے، علم، قدرت اور ارادہ۔ معلوم ہوا کہ مقدر اشیاء کا عالم ہونا بھی ضروری ہے۔ قادر ہونا بھی اور مرید ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لیے اگر فلاسفہ مغرب مقدرات کو نتیجہ خواص مادہ قرار دیں تو وہ غلط ہوگا کہ مادہ کی یہ خصوصیت نہیں کیونکہ اس میں صفات ثلاثہ مذکورہ مفقود ہیں۔[33]

پھر فرماتے ہیں:

> قدر یقدر (ض) کے باب سے آتا ہے اگر اس کی مصدر قدرۃ ہو تو اس کا معنی قوۃ ہے اور اگر قدر امصدر ہو جائے تو اس کے تین معنی آتے ہیں۔
>
> (۱) اندازہ لگانا۔ اِی جعل الشیئ علی مقدار مخصوص ووجہ مخصوص
>
> (۲) التعظيم: وما قدروا الله حق قدره .أي ما عظم الله حق تعظيمه
>
> (۳) التضییق: بمعنی تنگی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ"[34] اِی ضیق علیہ رزقہ اس سے مراد حضرت یونس علیہ السلام والی آیت ہے۔ آپ ﷺ قوم سے مایوس ہو کر بغیر اذن اللہ چلے گئے۔ قوم ایمان لائی اور ایمان قبول ہوا۔ فظن أن لن نقدر عليه فنادیٰ في الظلمت أي من تضيق عليه۔ لوگ بوجہ نہ ماننے کے غلط معنی لیتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہوں حالانکہ معنی اس کے خلاف ہیں۔[35]

2: اسی طرح بعض دیگر مباحث میں بھی یہی منہج ہے کہ آغاز تعریف سے کرتے ہیں جیسا کہ متشابہ کی بحث کی ابتداء یوں کرتے ہیں:

> **"هو ما لا يعلم مراده لامن جهة الشارع ولامن غيره"** یعنی وہ مایوس العلم ہو اس کا معنی مطلب واضح ہونے کی کوئی امید باقی نہ رہے۔[36]

3: ایک اسلوب علامہ افغانیؒ نے بعض مباحث کے بیان میں یہ اپنایا ہے کہ بحث کا آغاز براہ راست موضوع سے متعلق کسی حدیث نبوی ﷺ سے کرتے ہیں مثلاً "اِحرف سبعة" کی بحث کا آغاز یوں کیا ہے۔

> **إِنَّ الْقُرْآنَ نَزَلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ ، كُلُّهَا شَافٍ كَافٍ** [37]

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21962020***

فلسفیانہ انداز بیان:

علامہ افغانیؒ علوم قرآن وسنت میں جامعیت کے ساتھ علوم عقلیہ میں بھی متکلمانہ حیثیت کے حامل تھے۔ پھر طرز استدلال کی معقولیت اور اسلوب بیان کی جامعیت اور سلاست میں تو آپ کو منفرد مقام حاصل تھا۔ آپؒ کی شخصیت کا یہ فلسفیانہ رنگ بھی محاضرات افغانی میں بھی جھلکتا ہے، مثلاً فلسفہ شر وخیر میں ابن سینا [38] کی تحقیق کو ذکر کرنے کے بعد اس پر اس طرح تنقید کرتے ہیں:

> ابن سیناکے مطابق خیر وشر کے اعتبارات سے مخلوقات کی صور جملہ پانچ ہیں: دو بسیط اور تین مرکب، بسیط یہ ہے کہ ایک مخلوق خیر محض ہوگی اس میں شر کا پہلو نہ ہوگا اور دوسری مخلوق شر محض ہوگی اس میں خیر کا پہلو نہ ہوگا۔
>
> مرکب یہ کہ اس میں خیر وشر مرکب ہوں۔ مرکب کی تین صورتیں بنتی ہیں ایک غالب الخیر، دوسری غالب الشر، تیسری متساوی الخیر والشر، یہ پانچ صورتیں ہیں۔ پھر ابن سیناؒ اپنی رائے قائم کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ چونکہ حکیم ہیں لہٰذا وہ خلق صرف دو صورتوں کی کرتا ہے۔ خیر محض اور غالب الخیر۔ باقی تین صورتوں کی تخلیق نہیں کرتا اور اس کی وجہ بتائی ہے کہ شر محض کی تخلیق سفاہت ہے جو خلاف حکمت ہے اور غالب الشر کی تخلیق بھی خلاف حکمت ہے کیونکہ فائدہ قلیلہ ہے اور مضرۃ کثیرہ کا ارتکاب شان حکیم کے خلاف ہے۔ گویا ایک جُوں کے لیے پورے جسم کو جلانا ہوا، اسی طرح صورت ثالثہ بھی خلاف حکمت ہے کہ وہ متساوی الشر والخیر ہو کیونکہ جب دونوں پہلو برابر ہیں تو اس کے لیے عدم سے وجود میں آنے کی کوئی حکمت اور ترجیح ہی نہیں۔ [39]

علامہ افغانیؒ کا ابن سینا پر تنقید:

ابن سیناکے مذکورہ افکار پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ابن سینا فلسفہ مشائی [40] کا ترجمان ہے اس لیے اس کے اقوال سو فیصد صحیح نہیں۔ ابن سینا نے خیر وشر کی جو پانچ صورتیں بیان کی ہیں اور ان کے متعلق جو احکام لگائے کما مر سابقاً انفاً، یہ اس لیے انسانی نقطہ نظر سے بحث کی ہے ای بالا نتساب الی الانسان یعنی انسان کے لحاظ سے دو صورتیں قابل تخلیق ہیں اور دیگر تین نہیں مگر اس کے بعد وہ ایک انتساب الی اللہ بھی ہے اس اعتبار سے صور خمسہ سب خیر ہیں یعنی خالقیت الٰہیہ کے اعتبار سے صور خمسہ خیر ہیں شر نہیں اور اللہ تعالیٰ کو خالق شر محض یا خالق تساوی الخیر والشر وغیرہ کہنا تو اس میں خالقیت کے اعتبار سے کوئی شر نہیں۔ ابن سینا نے اپنے قواعد پر اللہ تعالیٰ کو پابند بنانا چاہا حالانکہ قرآن مجید ہے: قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق یہاں شر کی تصریح بھی ہے اور خلق کی بھی۔ معتزلہ اور شیعہ چونکہ دونوں فلسفہ کے ہم خیال ہیں، جب قرآن مجید ان کی مطابقت نہیں کرتا تو انہوں نے یہاں وقف کیا، گویا تحریف قرآن مجید کی۔ چودہ قراتوں میں سے کسی نے یہاں وقف نہیں کیا۔ یہاں ما موصولہ ہے مگر انہوں نے اسے "ما" نافیہ قرار دیا۔ احادیث میں ایمان بالقدر خیرہ وشرہ کے الفاظ آئے ہیں، شر چونکہ خیر کے مقابلے میں آیا ہے اس لیے شر محض کو بھی شامل ہے، رہی یہ بات کہ انتساب الی اللہ کے اعتبار سے شر بھی خیر ہے قرآن مجید میں ہے بیدک الخیر اور حدیث شریف میں ہے الخیر کلہ بیدک والشر لیس الیک۔ حضرت شاہ ولی اللہ کا ارشاد ہے کہ بعض اوقات جو چیز فرد واحد یا چند افراد کے اعتبار سے شر نظر آتی ہے وہ مصلحت کلیہ کے لحاظ سے خیر ہوتی ہے۔۔۔ آگ سے بہت سے منافع کا تعلق ہے مثلاً انسان کا کھانا وغیرہ پکتا ہے، اسی طرح دوسری ضروریات زندگی میں آگ سے نفع

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21962020***

حاصل کیا جاتا ہے لیکن یہی آگ کپڑے اور مکان کو جلاتی بھی ہے تو معلوم ہوا کہ اس میں مضرت جزئیہ ہے مگر منفعت عمومیہ ہے اس لیے اس میں خیر کثیر ہے یعنی اس کی صور اضرار یہ اقل ہیں۔ علی ھذاالقیاس پانی کو لیجئے۔ پانی میں فوائد کثیرہ اور مضرات قلیلہ ہیں۔اس لیے حکیم مطلق نے منفعت کلیہ پر مضرت جزئیہ کو قربان کرکے اس کی تخلیق کی۔ ہوسکتا ہے کہ ہماری نظر وفکر ہر چیز کی حقیقت کو نہ پہنچے مگر ان نظائر سے معلوم ہوتا ہے کہ حکیم مطلق نے تمام کارخانہ کائنات کو اسی حکمت کے تحت بنایا ہے۔[41]

راجح قول کی نشان دہی:

محاضرات افغانی میں کسی موضوع کے متعلق آپؒ نے نہ صرف مختلف علماء کے اقوال جمع کئے ہیں بلکہ ان میں راجح قول کی نشان دہی بھی فرمائی ہے۔ترجیح میں آپؒ کا منہج کچھ یوں ہے۔

1: آپؒ مختلف علماء کے اقوال ذکر کرنے کے بعد ان میں ایک قول کو ترجیح دیتے ہیں اور وجہ ترجیح میں قرآن وحدیث یا لغت عربی کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں، اسی طرح عقلی دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔[42]

علامہ افغانیؒ آیات تشابہ کے معانی کے بارے میں علماء کے اختلاف کے بارے میں فرماتے ہیں:

اب تشابہات القرآن کے متعلق یہ تحقیق باقی ہے کہ آیات تشابہ کے معانی کا علم ہو سکتا ہے جیسے بطور مثال الـــم وغیرہ۔

قول اول: یہ آیاتِ تشابہات کا علم ہوسکتا ہے اور یہ قول مجاہد، ضحاک کا ہے اور ایک مرجوح روایت حضرت عبد اللہ ابن عباس سے مروی ہے۔

قول دوم: یہ ہے کہ تشابہات کا علم مکلّف کو نہیں ہوسکتا، یہ قول الجمہور ہے اور اصح الروایتین عن ابن عباس بھی یہی ہے۔وھو قول الصحابۃ منھم ابوبکر وعلی رضوان اللہ تعالیٰ علھیم اجمعین۔

منشاء اختلاف فریقین قرآنی آیت ہے۔قرآن مجید میں ہے:

"فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ"[43]

قول جمہور یہ ہے کہ إلا اللہ پر وقف ہے اور "والراسخون" میں واو استینافیہ ہے عاطفہ نہیں اور دوسرے علماء "والراسخون" کو "إلا اللہ" پر معطوف قرار دیتے ہیں اور "یقولون" کو "والراسخون" سے حال قرار دیتے ہیں۔اِی حال کونھم قائلین کل من عند اللہ۔ قول جمہور حق ہے۔ہمارے نزدیک قول جمہور قرانا وحدیثا حق ہے۔

تیسرا قول علامہ تقی الدین بن دقیق العید (متوفی: 702ھ) کا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ "تأول المتشابہات إی تقارب إلی اللغۃ العربیۃ وإن تباعدت فلا"۔ قول اول کے متعلق ابن سماعہ (متوفی: 233ھ) فرماتے ہیں "ولم ینسب إلی القول الاول إلا شرذمۃ قلیلۃ"

ابن دقیق العیدؒ کا متدل یہ ہے کہ تشابہات کی تاویل کی جائے گی جب کہ یہ لغت عرب کے موافق ہو کیونکہ "ھذا لسان عربی مبین" ہے۔اس لئے عرب کے محاورہ کا لحاظ کیا جائے گا۔

علامہ افغانی جمہور کے قول (قول دوم) کو ترجیح دیتے ہیں اور اس ترجیح کے لیے آپ نے قرآنی الفاظ پر بنیاد رکھی اور اس سلسلے میں تفصیلی کلام فرمایا جس کا بیان ذیل میں نمبر وار کیا جاتا ہے:

1: "إلا اللہ" پر وقف اس کی دلیل ہے "والراسخون" جملہ استینافیہ ہے۔تو معلوم ہوا کہ "والراسخون" زیر مستثنی نہیں آیا بلکہ علم تشابہات مختص بالباری تعالیٰ رہا اور جو لوگ علم تشابہات کے قائل ہیں وہ "الراسخون" کو "إلا اللہ" پر عطف ٹھہراتے ہیں۔حاکم نے

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21962020***

مستدرک میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے یہ قرأت نقل کی ہے۔ ”لا یعلم تأویلہ إلا اللہ ویقول الراسخون فی العلم بزیادۃ یقول[44]" اس سے اس کے استیناف ہونے کی تعیین ہو جاتی ہے اور ما قبل سے مربوط نہیں۔ سیوطیؒ نے اتقان میں حضرت ابن مسعود سے بھی یہی قرأت نقل کی ہے۔ گو یہ قرأۃ متواترہ نہیں ہے مگر کم از کم تفسیر قرآن تو ہو سکتی ہے۔اس سے جمہور کے قول کی تائید ہو گئی۔

2 : قول جمہور کی تائید لفظ زیغ سے ہوتی ہے۔جب اللہ تعالیٰ نے مؤولین کو اہل زیغ کہا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مؤولین مذموم ہیں اور اس میں ان کی مذمت کی جارہی ہے اور مذمت اسی وقت ہو گی جب کہ تشابہات کی تأویل اللہ کے ساتھ مختص ہو۔

3 : تشابہات کی تعبیر کے درپے ہونے کی تعبیر " فتنہ " سے کی گئی ہے۔اس فتنہ کے لفظ نے بتایا کہ تأویل تشابہات دین میں فتنہ ہے اور مذمت تاویل کی دلیل ہے اور مذمومیت تأویل اس کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اختصاص کی دلیل ہے۔

4 : تعبیر بالراسخین کہ جو لوگ تأویل سے بچ کر تشابہات کے معنی اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح کی اور انہیں راسخ فی العلم قرار دیا اور رسوخ فی العلم صفۃ مدح ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ ایسے لوگوں کو راسخ ٹھہرایا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ترک تأویل محمود ہے۔

5 : بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیتیں پڑھ کر فرمایا جو لوگ تشابہات کے پیچھے لگتے ہیں ان کے دلوں میں کجی ہے تو تم ان سے بچ کر رہو۔ ”منہ اٰیات محکمات ھن ام الکتاب... فقال اولئک سمی اللہ فاحذروھم[45] .

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے مؤولین سے بچنے کے لئے تلقین فرمائی۔ معلوم ہوا کہ تاویل تشابہات خاصہ خداوندی ہے۔

6 : حضرت علی سے ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ تشابہات سر مکتوم ہیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے ”لکل کاتب سر و سر القرآن اوائل السور[46]“۔

7 : حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ابن جریر نے روایت کی ہے جو سندا صحیح ہے کہ ”القرآن علی اربعۃ احرف : حلال وحرام لا یعذر احد بالجھالۃ بہ، و تفسیرہ تفسرہ العرب“[47]۔

اس میں غالبا اشارہ قرآن مجید کی اس تفسیر کی طرف ہے جو قواعد عربیہ کے نکات بلاغیہ، نحویہ وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں جو زبان دانوں کے ساتھ مختص ہے۔ ”و تفسیر تفسرہ العلماء[48]“ یعنی قرآنی احکام کے جو حکم اور اسرار ہیں وہ علماء کے ساتھ مختص ہیں۔ ”وحرف لا یعلم تأویلہ إلا اللہ و من ادعی العلم فکذبوہ"[49]۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی پہلی روایت مرجوح ہے۔

8 : واقعہ عبد اللہ صبیغ جو مسند دارمی میں منقول ہے (دارمیؒ امام بخاریؒ کے معاصر اور ہم درس ہیں) جس کا حاصل یہ ہے کہ عبد اللہ صبیغ کو یہ پرخاش تھی (دماغ کی خرابی) کہ وہ تشابہات میں الجھتا تھا تو فاروق اعظم کی بارگاہ میں اس کی شکایت ہوئی۔ " فدعا عمر وعدلہ العراجین فضربہ بالعرجون حتی دم راسہ ثم دعاہ فضربہ ثم ترکہ دعاہ فضربہ ثم ترکہ "۔ تیسری دفعہ اس نے کہا " یا امیر المؤمنین إن ترید ان تقتلنی فاقتلنی قتلا جمیلا"۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا تیرے سر میں جو چیز ہے (خرابی) وہ نکالنا چاہتا ہوں۔اس نے کہا" قد طار یا امیر المؤمنین فارجعہ إلی وطنہ وکتب إلی ابی موسی الاشعری ان لا یجالسہ احد من المسلمین[50]"۔اس سے معلوم ہوا کہ بے دینوں سے مجالست (صحبت) خطرناک ہے۔یہ واقعہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے ہوا کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ قائلین نے اس کی دلیل صرف یہ دی ہے کہ "خطاب بما لا یعلم معناہ" غیر معقول : یعنی جس چیز کی مراد اور مقصد معلون نہ ہو تو ایسی چیز کو کسی مخاطب کے سامنے بولنا خلاف عقل ہے۔ حضرت امام نوویؒ نے یہی دلیل نقل کی ہے۔یہاں صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ "خطاب بما لا یعلم معناہ" غیر معقول نہیں۔[51]

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: *10.33195/uochjrs-v3i21962020*

بعض دفعہ آپؒ مختلف علماء کے اقوال ذکر کرنے کی بجائے صرف محققین علماء کے ترجیح کو بیان کرتے ہیں مثلاً فرماتے ہیں: "علامہ بدر الدین زرکشیؒ نے البرہان میں اس پر اجماع ذکر کیا ہے" [52] یا "علامہ آلوسی کا جو مختار ہے وہ ہمارے نزدیک مختار ہے" [53] وغیرہ۔

ایک طریقہ یہ بھی اختیار فرمایا ہے کہ آپؒ راجح قول پر عقلی و نقلی دلائل پیش کرتے ہیں مثلاً قرآن کی سورتوں اور آیات کی ترتیب کے بارے میں فرماتے ہیں:

> ترتیب سور مصحف صدیقی میں ترتیب آیات تھی ترتیب سور نہ تھی کیونکہ ترتیب آیات کے متعلق تو خود آپ ﷺ فرمادیتے تھے۔رہی یہ بات کہ کون سی سورۃ مقدم رکھی جائے اور کون سی مؤخر؟ تو حضرت عثمانؓ نے ترتیب سور بھی کردی اور یہ بھی بامر النبی ﷺ اور اجماع صحابہ سے ہوا تھا، ہمارے نزدیک ترتیب آیات اور سورہ دونوں توفیقی ہیں اور بدرالدین نے البرہان میں اس پر اجماع نقل کیا ہے اور یہی راجح ہے اور اسی پر صحیحین کی ایک حدیث دلالت کرتی ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ آپ سورۃ براۃ کو انفال سے کیسے جوڑتے ہیں حالانکہ انفال چھوٹی سورۃ اور براۃ بڑی سورۃ ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ پر آپ کی آخری زندگی میں سورۃ براۃ نازل ہوئی اور آنحضرت ﷺ وفات فرماگئے اور اس کا محل نہیں فرمایا تھا۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے ترتیب سور کے متعلق فرمایا تھا اور سورۃ انفال اور سورۃ براۃ کے مضامین ملتے جلتے ہیں اس لئے ان دونوں کو جوڑ دیا اور چونکہ آنحضرت ﷺ نے اس بارے میں نہیں فرمایا تھا اس لئے اس لئے بسم اللہ چھوڑ دی۔ کیونکہ بسم اللہ تو دو سورتوں کے درمیان فرق کرنے کے لئے آرہی ہے اور یہاں حتمی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ براۃ، انفال سے الگ سورت ہے۔اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ گر ترتیب سور اجتہادی ہوتی تو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے اجتہاد سے متناسب مضامین کو یکجا کردیتے اور اسی طرح تناسب مضامین کے اعتبار سے سور میں ترتیب دی جاتی ۔ قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں کیا گیا بلکہ ان کے مابین اور سورتیں درج ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی حکم نبوی ﷺ تھا۔ [54]

علامہ افغانی کہیں یہ طریقہ اپناتے ہیں کہ آپؒ متقدمین علماء کے اقوال میں صرف وہ قول نقل کرکے نزدیک راجح ہو اور اس پر قرآن و حدیث سے استدلال پیش کرتے ہیں۔ مثلاً قضاء اور قدر میں فرق واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> حضرت حافظ ابن حجرؒ نے یہاں ایک قول نقل کیا ہے جو ہمارے نزدیک سب سے صحیح ہے اس لیے ہم اسے بیان کرتے ہیں اور یہ قول قرآن مجید کے مطابق ہے ورنہ تو بہت سی باتیں لکھی گئی ہیں ۔القضاء ھو تنفیذ الحوادث المقدرۃ فی عالم الوجود یعنی تقدیر کے جو مقدرات ہیں ان کو کائنات عالم میں موجودات کرنا قضاء ہے۔ جیسے قرآن مجید میں "فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ" [55] "یعنی سبع سموات کا جو تقدیری وجود علم باری میں تھا اس کو خارج میں موجود کردیا۔
>
> حضور نبی کریم ﷺ کی ایک دعا ہے جو حصن حصین میں منقول ہے۔ فإنك تقضي ولايقضى عليك [56]۔یعنی تیرا حکم چلتا ہے اور تجھ پر حکم نہیں چلتا۔ گویا قضاء خداتعالیٰ کا ایک حکم ہے۔اس کی مثال یوں ہو سکتی ہے کہ ہمارے ہاں کسی بڑے آدمی کا جب کوئی دورہ مقرر ہو تو پہلے اس کے پروگرام کو کاغذی شکل دی جاتی ہے۔ تو کاغذ کے پروگرام کو تقدیر سمجھو اور خود پروگرام معمول بمعنی منزل قضاء کے ہے۔ [57]

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21962020***

اعتراضات اور اشکالات کے جوابات

قرآن حکیم کی اعجاز پر مستشرقین نے جس قدر اعتراضات اور اشکالات کئے علامہ افغانیؒ نے ان سب کے محققانہ جوابات تحریر فرما کر اعجاز قرآن کے مسئلہ کو واضح سے واضح تر کر دیا ہے۔اسی طرح آیات متشابہات، مسئلہ جبر و قدر، مسئلہ تقدیر اور عصمت انبیاء میں مستشرقین، ملحدین، معتزلہ اور شیعہ کے اعترضات واشکالات کا عقلاً ونقلاً قوی دلائل سے جوابات تحریر فرمائے ہیں۔

ذیل میں بطور مثال چند اعتراضات اور ان کے جوابات ذکر کیے جاتے ہیں۔

مثال: علامہ افغانیؒ نے مستشرقین کے محفوظیت قرآن پر اعتراض کو ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں: مستشرقین کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حتی تستأنسوا جو قرآن مجید میں ہے کہ کسی کے گھر میں داخل نہ ہو حتی کہ اجازت لو۔ قال ابن عباسؓ تستأنسوا نہیں بلکہ تستأذنوا ہے فقال ھٰذا من خطاء الکتاب۔علامہ افغانیؒ نے اس کے درج ذیل تین جوابات دیۓ ہیں:

جواب اول: ابوحیان اپنی تفسیر البحر المحیط میں لکھتے ہیں: ھذا من عمل إعداء الإسلام وابن عباس منہ بریئ [58]۔اس سے معلوم ہوا کہ روایت صحیح نہیں استدلال غلط ہے۔

جواب دوم: علماء کرام متفق ہیں کہ فن قراۃ میں حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابی ابن کعبؓ اور حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عمر ابن الخطابؓ کے شاگرد ہیں اور یہ بات مسلم ہے کہ إجمع الصحابۃ سیما الخلفاء الأربعۃ علی ہذا إنھا تستانسوا ھو المتواتر وھو قراۃ إبی ھریرۃ وابی بن کعب، تو یہ کہنا کہ اصل لفظ تستاذنوا ہے غلط ہے اور یہ خلاف تواتر ہے۔

جواب: تفسیر ابن جریر، اور تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے: قال ابن عباس حتی تستأنسوا إی تستأذنوا درحقیقت واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے ترجمہ تستأذنوا سے کیا ہے من إصحاب البیوت سے کیا ہے، تستأنسوا إنس سے مشتق ہے اور بدون اجازت اندر بے الفتی ہے۔[59]

مثال دوم: علامہ افغانیؒ معتزلہ کے اشکال کو (جو کہ رضاء بالقضاء کے بارے میں ہے)، فرماتے ہیں:

معتزلہ کہتے ہیں کہ تم تمام حوادث کو قضاء وقدر مانتے ہو تو ان حوادث میں کفر بھی ہے وہ قضاء قدر سے ہے۔ معتزلہ کا ایک گروہ کفر کو مخلوقِ خدا مانتا ہے اور دوسرا گروہ کفر کفار کو مخلوق خدا نہیں مانتا، جیسے ابن حزمؒ نے "الملل والنحل" میں بیان کیا ہے اور تم کہتے ہو کہ رضاء بالقضاء واجب ہے تو پھر رضاء بالکفر واجب ہو گی حالانکہ تم کہتے ہو کہ رضاء بالکفر کفر ہے جو غلط ہونا چاہیے۔یعنی دونوں میں سے ایک چیز غلط ہونی چاہیے۔

علامہ افغانیؒ نے اس کے دو جوابات دیئے ہیں:

جواب اول: دونوں مسئلے صحیح ہیں۔معتزلہ نے قضاء اور مقضیٰ کے درمیان فرق نہیں کیا۔ مقضی سے مراد متعلق بالقضاء ہے اس لیے انہوں نے یہ اعتراض کیا۔ قضاء حقیقت میں وہ حکم تخلیقی ہے جس کی وجہ سے مقدر موجود فی الخارج ہو جانا چاہیے اور اس حکم کا جس چیز کے ساتھ تعلق ہے مثلاً کفر وہ مقضی ہوگا۔اب اشکال رفع ہو گیا کیونکہ رضاء بالقضاء واجب ہے۔یعنی اس امر میں رضاء واجب ہے کہ یہ چیز حکم تخلیقی سے صادر ہوتی ہے مثلاً کفر اور نفسی کفر پسند ہے یا ناپسند تو کفر ہمیں ناپسند ہے۔کفر کا انتساب تخلیق خداوندی کو پسندی ہے جو قضاء ہے لیکن نفسی کفر ناپسند ہے۔رضاء صفت تخلیق سے متعلق ہے اور ناپسندی دوسری چیز ہے۔

جواب دوم: علامہ خیالیؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ کفر میں دو اعتبار ہیں:

ایک من حیث الذات یعنی کفر کو اپنی ذات کے اعتبار سے تصور کرنا کیونکہ یہ اعتبار منعم حقیقی کی نعمت کا کفران ہے تو اس اعتبار سے وہ قبیح اور ناپسند ہے اور دوسری حیثیت اس کی من حیث انہ مقضی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قضاء کے اثر سے موجود ہو۔اس حیثیت سے وہ متعلق رضاء ہے۔اس کے بعد کہتے ہیں لولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ۔ایک چیز ایک اعتبار سے حسن ہوتی ہے اور دوسرے اعتبار سے قبح

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21962020***

ہو سکتی ہے۔اس کی مثال یوں سمجھئے مثلاایک آدمی کسی عورت پر عاشق ہے، مدت مدید سے دیدار کے لیے ترس رہا ہو لیکن اس کی نوبت نہ آئے، اچانک ایک موقعہ دیدار کا پیش آیا۔عاشق اس موقعہ پر پہنچا اور معشوقہ آئی لیکن آنے کے ساتھ معشوقہ نے عاشق کو پتھر مارا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا، پھر شور وغل ہوا، لوگوں نے جراحت کے لیے ہسپتال وغیرہ پہنچایا۔اب یہ جراحت الرأس اگر ذات کے اعتبار سے لیا جائے گا تو مکروہ ہے کیونکہ یہ موجب الم ہے لیکن " من حیث انہ ضرب المعشوقۃ" یہ محبوب ہے اس بات کا فیصلہ عاشق ہی کر سکتا ہے۔[60]

مستند روایات سے استدلال

اپنے محاضرات میں علامہ افغانیؒ نے اکثر وبیشتر معتبر کتب احادیث سے روایات نقل کرنے کا اہتمام کیا ہے۔استدلال کے ضمن میں علامہ افغانیؒ نے کتب ستہ سے استفادہ کیا ہے لیکن زیادہ رجحان صحیحین کی طرف ہے[61]۔اس کے علاوہ موضوع کی مناسبت اور موقع و محل کے پیش نظر امام احمد بن حنبلؒ کی مسند، حاکمؒ کی متدرک، امام مالکؒ کی موطا، دارمیؒ کی مسند، سیوطیؒ کی جامع صغیر، امام بیہقیؒ کی شعب الایمان، امام ابن حجرؒ کی فتح الباری اور امام نوویؒ کی شرح مسلم سے بھی استفادہ کیا ہے۔احادیث نقل کرنے میں احتیاط برتی گئی ہے، اکثر مقامات پر احادیث کا حوالہ نقل کیا گیا ہے اور بعض مقامات پر احادیث کی عربی عبارت بھی تحریر فرمائی ہے[62]۔اسی طرح موضوع کی مناسبت سے بعض احادیث پر حکم بھی لگایا ہے۔[63]

بطور خلاصہ کہا جا سکتا ہے کہ علامہ افغانی کے یہ محاضرات اس لائق ہیں کہ ان میں سے ہر لیکچر کو یا بہ حیثیت مجموعی پورے مجموعہ " محاضراتِ افغانی" کو تحقیقی عمل سے گزار کر علمی دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔

حواشی وحوالہ جات

---

[1]: مقدمہ دروس القرآن الحکیم ۱/۲۴، مکتبہ سید شمس الحق افغانی، شاہی بازار بہاولپور

[2]: حافظ محمد اکبر شاہ: اکابر علمائے دیوبند، ص ۳۱۴، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۹۹ء

[3]: گورنمنٹ پرائمری سکول ترنگزئی چارسدہ کے داخل خارج رجسٹر میں آپ کا سلسلہ نمبر ۸۷/۲/۱ ہے جس کے مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۰۹ء کو آپ کو پہلی جماعت میں داخل کیا گیا۔

[4]: الجانب الإصلاحي الإجتماعي في دروس القرآن الحكيم للشيخ شمس الحق الأفغاني، ص ۲۴، ایم فل مقالہ (۲۰۱۲ء)، فیکلٹی: اصول الدین، شعبہ تفسیر اور علوم قرآن، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد۔ داود محمد جان افغانی سے ذاتی انٹرویو ۵ مئی ۲۰۱۶ء

[5]: اکابر علمائے دیوبند، ص ۳۱۶

[6]: وقار نواز: علامہ شمس الحق افغانی کی علمی وادبی خدمات، ماہنامہ ندائے حسن چارسدہ، شمارہ ماہ فروری ۲۰۱۶ء ص ۳۹

[7]: ڈاکٹر وحید الرحمٰن شاہ: حضرت علامہ شمس الحق افغانی کی حیات پر ایک نظر، ماہنامہ النصیحہ چارسدہ، شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۸۵ء ص ۴۲

[8]: وقار نواز: علامہ شمس الحق افغانی کی علمی وادبی خدمات، ماہنامہ ندائے حسن چارسدہ، شمارہ ماہ فروری ۲۰۱۶ء ص ۳۹

[9]: داود محمد جان افغانی سے ذاتی انٹرویو ۵ مئی ۲۰۱۶ء بمقام حیات آباد پشاور

[10]آپ 27 شوال 1292ھ بمطابق سن 25 نومبر 1875ء کو کشمیر میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کشمیر میں حاصل کی، جہاں سے بعد ازاں مزید تعلیم کے لیے دیوبند تشریف لے گئے۔آپ کے مشہور اساتذہ میں " مولانا خلیل احمد سہارن پوری اور مولانا محمود الحسن " شامل ہیں۔ دیوبند سے فراغت کے بعد آپ 1931 تک درس وتدریس میں مصروف رہے۔ عمر کے آخری حصہ میں فتنہ قادیانیت کے خلاف برسرِپیکار رہے۔آپ کی وفات 2، صفر، 1352ھ بمطابق 7 فروری 1933ء کو ہوئی اور دیوبند میں دفن کیے گئے۔آپ کی مشہور تصانیف میں خاتم

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21962020***

النبیین، عقیدہ فی حیات عیسیٰ علیہ السلام، التصریح بما تواتر فی نزول المسیح، فصل الخطاب فی مسئلہ ام الکتاب اور مشکلات القرآن شامل ہیں۔ (تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: **اردو دائرہ معارف اسلامیہ** ، شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی لاہور، طبع اول، 1395ھ/1975ء ، ج:19، ص: 378-375)

[11] : علامہ شبیر احمد عثمانیؒ 10 محرم الحرام 1302ھ بمطابق 1885 ء کو پردہ عدم سے ظہور میں آئے۔آپ دارالعلوم دیوبند میں شیخ محمود الحسن کے تلامذہ میں سے تھے۔ فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں مسلم شریف اور بخاری شریف پڑھاتے رہے۔ بعد میں دارالعلوم دیوبند میں صدرمدرس کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے۔آپ کے ممتاز تلامذہ میں مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع عثمانی، محمد ادریس کاندھلوی، سید مناظر احسن گیلانی، قاری محمد طیب قاسمی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔آپ کی متعدد تصانیف ہیں، جن میں قرآن کریم کی تفسیر عثمانی اور مسلم شریف کی نامکمل شرح فتح الملہم کے علاوہ اعجاز القرآن اور فضل الباری شرح صحیح بخاری قابل ذکر ہیں۔ 13 دسمبر 1949 ء / 21 صفر المظفر 1369ھ کو خالق حقیقی سے جاملے۔(اکابر علمائے دیوبند ، ص ۱۰۴۔۱۱۱)

[12] : مولانا میاں اصغر حسین بن شاہ محمد حسن 1294ھ میں دیوبند میں پیدا ہوئے۔ والد سے قرآن شریف اور فارسی میں گلستاں تک پڑھ کر دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور 1320ھ تک دارالعلوم میں ان کا تعلیمی مشغلہ رہا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد 7 سال تک پڑھاتے رہے۔1328ھ میں جب ارباب دارالعلوم دیوبند سے ایک ماہنامہ رسالہ القاسم جاری کرنے کا فیصلہ کیا تو آپ کو جون پور سے بلا کر القاسم کے کام پر مامور کیا، اسی کے ساتھ مختلف کتابوں کے اسباق بھی ان کے سپرد کئے گئے، ان کے درس میں عموماً تفسیر و حدیث کی کتابیں رہتی تھیں۔اردو زبان میں فقہ و فرائض اور تاریخ وغیرہ کے موضوعات پر چھوٹی بڑی تقریباً 26 کتابیں ان کی تصنیف و تالیف ہیں۔ 22 محرم الحرام 1364 ھ کو انتقال ہوا۔ (اکابر علمائے دیوبند ، ص ۱۳۲۔۱۳۶)

[13] : اکابر علماء دیوبند ص ۳۱۴

[14] : حضرت مولانا رسول خان ہزارویؒ ۱۸۷۱ء کو تحصیل بٹگرام ضلع ہزارہ میں مولانا محمود علی بن محمد گل خان کے گھر پیدا ہوئے۔ قومیت کے لحاظ سے آپ سواتی پٹھان تھے، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے ہی علاقہ میں حاصل کی پھر دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فاضل حضرت مولانا احمد فاضل ہزاروی سے درس نظامی کی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد اعلی تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں تین سال کے عرصہ میں باقی ماندہ کتب کی تکمیل کرکے ۱۳۲۳ھ میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن سے دورہ حدیث پڑھا اور سند فراغت حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ میں درس وتدریس پر مامور ہوئے اور دس سال تک اعلی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے پھر اکابر دارالعلوم دیوبند کی خواہش پر بیس سال تک دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ کی استدعا پر ۱۹۵۴ء سے ۱۹۷۱ء تک مستقل طور پر جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشنگان علوم کو اپنے چشمہ فیض علمی سے سیراب کرتے رہے۔ آپؒ ایک عظیم محدث اور مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے شیخ کامل اور عارف کامل بھی تھے۔آپ ۳ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ کو اپنے آبائی وطن میں وفات پاگئے۔ (اکابر علماء دیوبند ص ۱۶۹۔ ۱۷۲)

[15] : سر میاں محمد شفیع (1869ء-1932ء) آپ لاہور میں پیدا ہوئے۔آپ ایک وکیل، جج، سیاست دان اور وائسرائے کے ایگزیکٹو کونسل کے ممبر تھے۔آپ مسلم لیگ کے بانی ارکان میں سے تھے، اور پنجاب کی صوبائی مسلم لیگ کے بانی اور رہنما تھے. آپ کا تحریک پاکستان میں نمایاں کردار تھا۔ قیام پاکستان سے قبل مسلمانوں کے لئے سر محمد شفیع کی گرانقدر تعلیمی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔(A Dictionary of Modern Indian History، پرشوتم مہرہ، Oxford University Press, 1985, pp.626-636)

[16] : زاہد خان "علامہ شمس الحق افغانی ترنگزئی" مقالہ ایم۔اے شعبہ (پاکستان سٹڈیز) پشاور یونیورسٹی ۱۹۸۵ء ص ۲۲

[17] : ڈاکٹر وحید الرحمٰن: حضرت علامہ شمس الحق افغانی کی حیات پر ایک نظر، ماہنامہ النصیحہ چارسدہ، شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۸۵ء ص ۴۳۔ ۴۴

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21962020***

[18]: میر احمد خان، خان آف قلات لورالائی میں 1902ء میں پیدا ہوئے۔ تکمیل تعلیم کے بعد 1921ء میں بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کے پرسنل اسسٹنٹ مقرر ہوئے۔ 1923ء میں فوجی تربیت حاصل کی اور ژوب ملیشیا میں سیکنڈ لیفٹنٹ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ 1928ء میں قلات کے ولی عہد بنے 30۔ ستمبر کو والد کی وفات کے بعد تخت نشین ہوئے۔ 1958ء میں بغاوت کے جرم میں گرفتار کر لیے گئے اور کچھ عرصہ لاہور میں نظر بند رہے۔ 3 جنوری کو بلوچستان کے گورنر مقرر ہوئے اور مارشل لاکے نفاذ تک اس عہدے پر فائز رہے۔ آپ قلات کے آخری حکمران تھے 1979ء میں آپ کا وصال ہوا۔ ڈاکٹر نصیر دستی: The Baloch and Baluchistan, Trafford Publishing, America, 2012, pp. 322- 340

[19]: زاہد خان "علامہ شمس الحق افغانی ترنگزئی" مقالہ ایم۔اے شعبہ (پاکستان سٹڈیز) پشاور یونیورسٹی ۱۹۸۵ء ص ۱۶۔

[20]: حضرت علامہ شمس الحق افغانی کی حیات پر ایک نظر، ماہنامہ النصیحہ چارسدہ، شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۸۵ء ص ۴۴۔

[21]: محمد ایوب خان (1907ء-1974ء) پاکستان کے سابق صدر، فیلڈ مارشل اور سیاسی راہ نما تھے۔ قیام پاکستان کے بعد آپ نے پاکستان آرمی جوائن کرلی، جلد ہی آپ کو برگیڈئر بنا دیا گیا اور پھر 1948 میں مشرقی پاکستان میں پاکستانی فوج کا سربراہ بنا دیا گیا۔ 1949 میں مشرقی پاکستان سے واپسی پر آپ کو ڈپٹی کمانڈر ان چیف بنا دیا گیا۔ آپ محمد علی بوگرہ کے دور میں بطور وزیر دفاع خدمات انجام دیتے رہے۔ (1954)۔ جب اسکندر مرزا نے 7 اکتوبر 1958 میں مارشل لا لگایا تو آپ کو چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر بنا دیا گیا۔ یہ پاکستانی تاریخ میں پہلی دفعہ تھا کہ کسی فوجی کو براہ راست سیاست میں لایا گیا۔ ایوب خان نے پاکستان کی صدارت سنبھال لی اور اسکندر مرزا کو معزول کر دیا۔ قوم نے صدر ایوب خان کو خوش آمدید کہا۔ جلد ہی ایوب خان نے ہلال پاکستا ن اور فیلڈ مارشل کے خطابات حاصل کر لیے۔ ایوب خان نے 1961 میں آئین بنوایا جو صدارتی طرز کا تھا اور پہلی دفعہ تحریری حالت میں انجام پایا۔ اگرچہ صدر ایوب کے دور میں پاکستان نے دن دگنی رات چوگنی ترقی کی لیکن عوام مسلسل دس سالہ (۱۹۵۸ء-۱۹۶۹ء) آمر حکومت سے بیزار آ گئی، صدر ایوب کو مجبوراً عوام کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے اور انہوں نے صدارت سے استعفیٰ دے دیا اور اقتدار یحییٰ خان کے حوالے کر دیا۔ (عقیل شاہ: The Army and Democracy, (Harvard University Press 2014, pp. 72-105

[22]: زاہد خان "علامہ شمس الحق افغانی ترنگزئی" مقالہ ایم۔اے شعبہ (پاکستان سٹڈیز) پشاور یونیورسٹی ۱۹۸۵ء ص ۶۱، ڈاکٹر وحید الرحمٰن: حضرت علامہ شمس الحق افغانی کی حیات پر ایک نظر، ماہنامہ النصیحہ چارسدہ، شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۸۵ء ص ۵۰

[23]: نفس مصدر

[24]: نفس مصدر

[25]: مجالس افغانی، مرتبہ عبدالغنی، ص ۱۷

[26]: یہ کانفرنس صدر محمد یحییٰ خاں کے دور میں منعقد ہوئی۔ جس میں آپ نے ملک و قوم کی طرف سے واحد شخصیت کی حیثیت سے نمائندگی کی۔ جس میں آپ نے تعدد ازواج، عید و رویت ہلال کے بارے میں اپنے رائے کا اظہار کیا جس کو بالاتفاق پاس کیا گیا۔ (مجالس افغانی، مرتبہ عبدالغنی، ص ۱۷)

[27]: اس کانفرنس میں بھی آپؒ نے بہت متاثر کن انداز میں پاکستان کی نمائندگی کی۔ اس کے علاوہ ان دنوں میں مشرقی پاکستان میں سوشلزم کا بہت پرچار تھا۔ آپؒ نے وہاں اپنے قیام کے دوران مشہور مقامات پر سوشلزم کے خلاف بیسیوں تقریریں فرما کر اکثریت کے نظریات بدل ڈالے۔ وہاں سے واپسی پر آپؒ نے ایک کتاب بنام" سرمایہ داری، سوشلزم اور اسلام "لکھی، اس کتاب کو وہ پذیرائی نصیب ہوئی کہ کئی بار اردو، بنگلہ اور دیگر زبانوں میں شائع ہوئی اور اسے خود حکومت پاکستان نے بھی شائع کیا۔ نفس مصدر ص ۱۷

[28]: المیہ مشرقی پاکستان، علامہ سید شمس الحق افغانیؒ، مرتبہ مولانا عبدالغنی، ص ۶، مکتبہ سید شمس الحق افغانیؒ، شاہی بازار بہاول پور

[29]: نفس مصدر

[30]: نفس مصدر

[31]: نفس مصدر، ص ۷۸

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21962020***

[32]: محاضرات افغانیؒ، ص ا، ۵۶، ۵۸، ۶۳، ۸۴، ۱۱۲

[33]: نفس مصدر، ص ۱۱۲

[34]الطلاق: 7:65

[35]: نفس مصدر

[36]: نفس مصدر، ص ۶۳

[37]: الکتاب المصنف فی الأحادیث والآثار (مُصنف ابن ابی شیبہ)، ابو بکر بن إبی شیبة، عبد اللہ بن محمد بن إبراہیم بن عثمان بن خواستی العبسی (المتوفی: ۲۳۵ھ)، حدیث نمبر ۳۰۱۲۲، ۳۰۱۲۵ محقق: کمال یوسف حوت، ناشر: مکتبہ الرشد، ریاض، طبع: اول، ۱۴۰۹ھ

[38]: بو علی سینا کا مکمل نام علی الحسین بن عبد اللہ بن الحسن بن علی بن سینا (۳۷۰-۴۲۸ھ = ۹۸۰-۱۰۳۷ء) ہے، جو دنیائے اسلام کے ممتاز طبیب اور فلسفی ہیں۔آپ فارس کے رہنے والے ایک جامع العلوم شخص تھے۔ ان کا لقب "الشیخ الرئیس" ہے۔آپ کو طبّی دنیا کا آفتاب بھی کہا جاتا ہے۔آپ کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ۴۵۰ کتابیں لکھیں جن میں سے قریبا ۲۴۰ ہی بچی ہیں، ان میں سے فلسفہ پر ۱۵۰ اور ادویات پر ۴۰ تصنیفات تھی۔ فلسفہ اور طب کے علاوہ، ابن سینا نے فلکیات، کیمیا، جغرافیہ اور ارضیات، نفسیات، اسلامی الہیات، منطق، ریاضی، طبیعیات اور شاعری پر بھی لکھا ہے۔آپ کی اہم کتب یہ ہیں: کتاب الشفاء، القانون فی الطب، اشارات (اعلام، زرکلی، ج ۲ ص ۲۴۱)

[39]: محاضرات افغانیؒ، ص ۱۲۱

[40]: مشائی "مشی" سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے ٹہلنا، راستہ چلنے والا۔ ارسطو اور ان کے پیروؤں کو "مشائی" کہے جانے کی وجہ یہ ہے کہ ارسطو کی عادت تھی کہ وہ ٹہل ٹہل کر اور چہل قدمی کرتے ہوئے اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتے تھے۔ مشائی فلسفہ میں صرف عقلی استدلال و تفکرات پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ اس مکتب کے سربرآوردہ مفکرین میں ابو یوسف یعقوب بن اسحاق الکندی (۱۸۵-۲۵۸ھ)، فارابی (۲۵۷-۳۳۹ھ) اور ابوبکر محمد زکریا رازی (۲۵۱-۳۱۳ھ) کے نام ملتے ہیں لیکن وہ عظیم فلسفی جس نے اسلامی مشائی مکتب کو عروج پر پہنچایا وہ بو علی سینا (۳۷۰-۴۲۸ھ) ہے۔اس کے بعد کوئی دوسرا فلسفی اس مکتب میں خاطر خواہ اضافہ نہ کر سکا۔ (ارسطو: حیات، فلسفہ اور نظریات، ص ۲۰-۳۲، ملک اشفاق، بک ہوم لاہور، ۲۰۱۵ء)

[41]: محاضرات افغانیؒ، ص ۱۲۱-۱۲۴

[42]: نفس مصدر، ص ۶۴-۶۵، ۱۹۱، ۱۳۱

[43]آل عمران: 7:3

[44]**المستدرک علی الصحیحین**، محمد بن عبد اللہ ابو عبد اللہ الحاکم النیسابوری، دار الکتب العلمیة، بیروت، طبع اول، 1411ھ/1990ء، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ آل عمران، حدیث نمبر: 3143

[45]**الجامع المسند الصحیح المختصر من إمور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وإیامہ = صحیح البخاری**، محمد بن اسماعیل ابو عبد اللہ بخاری، دار طوق النجاة، طبع اول، 1422ھ، کتاب تفسیر القرآن، حدیث نمبر: 4547؛ **المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**، مسلم بن الحجاج ابو الحسن القشیری نیشاپوری، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، کتاب العلم، حدیث نمبر: 2665

[46]**جامع البیان فی تأویل القرآن**، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی، إبو جعفر الطبری،

مؤسسة الرسالة، طبع اول، 2000/1420م، ج: 1، ص: 209

[47]ایضا، ج: 1، ص: 76

[48]نفس مصدر

[49]طبری کے الفاظ یہ ہیں: وتشابہٌ لَا یعلمہ إلا اللہ تعالی ذکرہ، ومن ادَّعی علمہ سوی اللہ تعالی ذکرہ فہو کاذب (ملاحظہ ہو: ایضا، ج: 1، ص: 76)

[50]**مسند الدارمی**، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن الفضل دارمی، دار المغنی للنشر والتوزیع، المملکة العربیة السعودیة، طبع اول، 2000م، کتاب العلم، باب من ہاب القتیا وکرہ التنطع والتبدع، حدیث نمبر: 150

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 3 | Issue 2 |Jan-June 2020
DOI: ***10.33195/uochjrs-v3i21962020***

[51]: محاضرات افغانیؒ، ص ۶۴۔۶۷

[52]: نفس مصدر، ص ۳۸

[53]: نفس مصدر، ص ۴۳

[54]: نفس مصدر، ص ۳۸۔۳۹

[55]**فصلت**: 12:41

[56]**تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن الحصین من کلام سید المرسلین**، محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الشوکانی الیمنی، دار القلم، بیروت، لبنان، طبع اول، 1984، ص: 198

[57]: محاضرات افغانیؒ، ص ۱۱۳

[58] بحر المحیط میں روایت کے الفاظ یہ ہیں: ومن روی عن ابن عباس... طاعن فی الاسلام ملحد فی الدین، وابن عباس بریء من ہذا القول (**البحر المحیط**، ابو حیان محمد بن یوسف بن علی بن حیان اندلسی، دار الفکر، بیروت، 1420ھ، ج: 8، ص: 30-31

[59]: محاضرات افغانیؒ، ص ۲۷۔۲۸

[60]: نفس مصدر، ص ۱۱۴۔۱۱۵

[61]: نفس مصدر، ص ۱۳، ۱۶، ۴۵، ۶۶، ۱۰۸، ۱۱۶، ۱۳۰، ۱۴۲، ۱۵۵، ۱۷۰، ۲۳۷

[62]: نفس مصدر، ص ۱۶، ۴۰، ۴۴، ۱۰۸

[63]: نفس مصدر، ص ۶۴، ۶۶، ۸۷، ۸۸

@ 2017 by the author, Licensee University of Chitral, Journal of Religious Studies. This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).